



رمضان كريم

مسائل رمضان



نیشنل شعبہ تربیت جماعت احمدیہ جرمنی

فہرست

روزہ کے مسائل

- 1 صوم یعنی روزہ کیا ہے؟
- 1 روزہ کی کتنی اقسام ہیں؟
- 1 کن دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے؟
- 2 کیا روزہ رکھنے کے لیے نیت ضروری ہے؟
- 2 روزہ رکھنا کس پر فرض ہے؟
- 2 کس عمر سے روزہ رکھا جاسکتا ہے؟
- 4 کیا مسافر اور بیمار کو روزہ رکھنا چاہئے؟
- 4 سفر کی حد کیا ہے؟
- 5 کیا روزہ رکھ کر سفر شروع کیا جاسکتا ہے؟
- 6 کیا دائمی مریض اور مسافر روزہ رکھ سکتے ہیں؟
- 6 کیا طالب علم روزہ رکھ سکتا ہے؟
- 7 کیا مزدور روزہ رکھ سکتا ہے؟
- 7 حائضہ، مرضعہ اور حاملہ روزہ رکھ سکتی ہیں؟
- 8 جان بوجھ کر روزہ چھوڑنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟
- 8 روزہ کب ٹوٹتا ہے؟
- 9 روزہ کی حالت میں انجیکشن لگوانا
- 9 کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟
- 9 ماہ رمضان میں تلاوت قرآن کریم کی کیا اہمیت ہے؟
- 10 TV پر بھی اگر تلاوت قرآن لگی ہو تب بھی اس وقت گفتگو کرنا منع ہے
- سحری کے آداب
- 13 کیا سحری کھانا فرض ہے؟
- 13 سحری کے وقت کب تک کھانا کھایا جاسکتا ہے؟

14 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سحری کیسی ہوا کرتی تھی؟
افطاری کے آداب

17 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افطاری کیسی ہوا کرتی تھی؟
17 افطار کے وقت کون سی دعا پڑھنی چاہئے؟
18 روزہ افطار کروانے کا کیا ثواب ہے؟

فدیہ

19 فدیہ سے کیا مراد ہے؟
20 فدیہ کی کتنی مقدار ہونی چاہئے؟
20 فدیہ کس کو ادا کیا جائے؟

اعتکاف اور اس کے مسائل

21 اعتکاف سے کیا مراد ہے؟
22 اعتکاف کتنے دن بیٹھنا چاہیے؟
22 اعتکاف کب شروع ہوگا؟
22 اعتکاف کس جگہ پر کیا جاسکتا ہے؟
23 کیا عورت بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟
23 کیا اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے؟
24 کیا معتکف مسجد سے باہر نکل سکتا ہے؟

فطرانہ

25 فطرانہ کب ادا کیا جائے؟
25 فطرانہ کی شرح کیا ہے؟

صلوۃ التراويح

26 صلوۃ التراويح کسے کہتے ہیں؟

نماز عید

26 نماز عید ادا کرنے کا کیا طریق ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اظہار تشکر

محض خدا تعالیٰ کے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں سے نیشنل شعبہ تربیت جرمنی کو رمضان کے موضوع پر یہ کتابچہ تیار کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ الحمد للہ علی ذلک
زیر نظر کتابچہ رمضان اور اس سے متعلقہ سوالات، قرآن و حدیث اور اقتباسات حضرت اقدس
مسیح موعود و خلفاء سلسلہ پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتابچہ کو قارئین کے لیے
مفید بنائے اور بھرپور مستفیض ہونے کی توفیق دے۔ آمین

اس کتابچہ کو تیار کرنے میں مکرم بہزاد احمد چوہدری صاحب مربی سلسلہ اور مکرم
کامران احمد صاحب مربی سلسلہ نے خصوصی تعاون کیا۔ اس کے علاوہ شعبہ تصنیف
نے اس کتابچہ کی فائل پر وف ریڈنگ کرنے میں بھی معاونت کی۔ کتابچہ کی ڈیزائننگ
کی توفیق مکرم اسد اللہ وہاب صاحب نے پائی۔ فجزاھم اللہ واحسن الجزاء

والسلام

خاکسار

طاہر احمد

نیشنل سیکرٹری تربیت جماعت احمدیہ جرمنی

روزہ کے مسائل

1. صوم یعنی روزہ کیا ہے؟

روزہ اسلامی عبادات کا اہم رکن ہے۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں نفس کی تہذیب، اس کی اصلاح اور قوت برداشت کی تربیت مد نظر ہوتی ہے۔ صوم (روزہ) کے لغوی معنی رکنے اور کوئی کام نہ کرنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں طلوع فجر (صبح صادق) سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام صوم یا روزہ ہے۔

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ ۱۳۶، ایڈیشن ۲۰۰۳ء مطبوعہ قادیان)

خدا کی خاطر اور اس کی رضا کے حصول کے لئے کھانے پینے اور جنسی خواہش سے رکنے کا حکم ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کے لئے بطور علامت ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص روزہ میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کیا ضرورت۔“ (بخاری کتاب الصوم)

2. روزہ کی کتنی اقسام ہیں؟

متعدد قسموں کے روزوں کا ذکر قرآن و حدیث میں پایا جاتا ہے مثلاً فرض روزے، نفلی روزے۔ فرض روزوں کی مثال جیسے رمضان کے روزے، رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء۔

3. کن دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے؟

بعض دنوں میں روزہ رکھنا منع اور مکروہ ہے مثلاً صرف جمعہ کے دن کو خاص کر کے روزہ رکھنا، پارسیوں کی طرح نیروز و مہرگان کے دن روزہ رکھنا، صوم دہر یعنی بلا ناغہ مسلسل روزے رکھتے چلے جانا، عید کے دن اور ایام تشریق یعنی 11، 12، 13 ذوالحجہ کو روزہ رکھنا سخت منع ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل (۳) نومبر ۲۰۰۲ء ۱۳ نومبر ۲۰۰۲ء)

4. کیا روزہ رکھنے کے لیے نیت ضروری ہے؟

جس شخص کا روزہ رکھنے کا ارادہ ہو اسے روزہ رکھنے کی نیت ضرور کرنی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:
”جو صبح سے پہلے روزہ کی نیت نہ کرے اس کا کوئی روزہ نہیں۔“

(ترمذی کتاب الصوم باب الصوم بالشہادۃ)

نیت کے لئے کوئی معین الفاظ زبان سے ادا کرنے ضروری نہیں۔ نیت دراصل دل کے اس ارادے کا نام ہے کہ وہ کس لئے کھانا پینا چھوڑ رہا ہے۔

5. روزہ رکھنا کس پر فرض ہے؟

رمضان کے روزے ہر بالغ، عاقل، تندرست، مقیم (یعنی جو حالت سفر میں نہ ہو) مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہیں۔ مسافر اور بیمار کے لئے یہ رعایت ہے کہ وہ دوسرے ایام میں ان روزوں کو پورا کر لیں جو اس ماہ میں ان سے رہ گئے ہیں۔ مستقل بیمار جنہیں صحت یاب ہونے کی کبھی امید نہ ہو یا ایسے کمزور و ناتواں ضعیف جنہیں بعد میں بھی روزہ رکھنے کی طاقت نہ ملے، اسی طرح ایسی مرضعہ (دودھ پلانے والی) اور حاملہ جو تسلسل کے ساتھ ان عوارض سے دوچار رہتی ہے۔ ایسے معذور حسب توفیق روزوں کے بدلہ میں فدیہ ادا کریں۔

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ ۳۷۲ ایڈیشن ۲۰۰۳ء مطبوعہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ
فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ

”پس جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔“ (سورۃ البقرہ ۱۸۵)

6. کس عمر سے روزہ رکھا جاسکتا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”عمر کا سوال کہ کس عمر میں روزہ رکھنا چاہئے؟ کئی بچے بھی پوچھتے ہیں۔ بڑے بھی پوچھتے

ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ “یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب انہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کرانی چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں دی تھی۔ لیکن بعض بیوقوف چھ سات سال کے بچوں سے روزے رکھواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس کا ثواب ہو گا۔ یہ ثواب کام نہیں بلکہ ظلم ہے کیونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے۔ ہاں ایک عمر وہ ہوتی ہے کہ بلوغت کے دن قریب ہوتے ہیں اور روزہ فرض ہونے والا ہی ہوتا ہے۔ اس وقت ان کو روزوں کی ضرورت مشق کرانی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور سنت کو اگر دیکھا جائے تو بارہ تیرہ سال کے قریب کچھ کچھ مشق کرانی چاہئے اور ہر سال چند روزے رکھوانے چاہئیں یہاں تک کہ اٹھارہ سال کی عمر ہو جائے جو میرے نزدیک روزہ کی بلوغت کی عمر ہے۔ مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔ (بارہ تیرہ سال میں جب روزے کی اجازت دلوائی تھی تو صرف ایک روزہ رکھوایا تھا۔) اس عمر میں تو صرف شوق ہوتا ہے۔ اس شوق کی وجہ سے بچے زیادہ روزے رکھنا چاہتے ہیں مگر یہ ماں باپ کا کام ہے کہ انہیں روکیں۔ پھر ایک عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں چاہئے کہ بچوں کو جرأت دلائیں کہ وہ کچھ روزے ضرور رکھیں۔ (بچپن میں ماں باپ کا کام ہے روکیں، زیادہ نہ رکھنے دیں۔ پھر جب جوانی کی عمر آ رہی ہے تو پھر جرأت دلائیں اور ان سے روزے رکھوائیں) اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھتے رہیں کہ وہ زیادہ نہ رکھیں۔ اور دیکھنے والوں کو بھی اس پر اعتراض نہ کرنا چاہئے کہ یہ سارے روزے کیوں نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر بچہ اس عمر میں سارے روزے رکھے گا تو آئندہ نہیں رکھ سکے گا۔ اسی طرح بعض بچے خلقی لحاظ سے کمزور ہوتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اپنے بچوں کو میرے پاس ملاقات کے لئے لاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کی عمر پندرہ سال ہے حالانکہ وہ دیکھنے میں سات آٹھ سال کے معلوم ہوتے ہیں۔ (اکثر یوں ہی ہوتا ہے۔ میرے پاس بھی ایسے آتے ہیں۔) اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے بچے روزے کے لئے شاید اکیس سال کی عمر میں بالغ ہوں۔ اس کے مقابلے میں ایک مضبوط بچہ غالباً پندرہ سال کی عمر میں ہی اٹھارہ سال کے برابر ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ میرے ہی ان الفاظ کو پکڑ کر بیٹھ جائے کہ روزے کی بلوغت کی عمر اٹھارہ سال ہے تو نہ وہ مجھ پر ظلم کرے گا نہ خدا تعالیٰ پر بلکہ

اپنی جان پر آپ ظلم کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی چھوٹی عمر کا بچہ پورے روزے نہ رکھے اور لوگ اس پر طعن کریں تو وہ طعن کرنے والے بھی اپنی جان پر ظلم کریں گے۔

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 385) (خطبہ جمعہ 3 جون 2016ء)

7. کیا مسافر اور بیمار کو روزہ رکھنا چاہئے؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَىٰ الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ۔

”جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔“ (البقرہ: ۱۸۵)

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ میں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔ کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے، نہ اپنی مرضی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو، میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔“

(الحکم نمبر ۴ جلد ۱۱ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴ بحوالہ: افضل انٹرنیشنل (۳) نومبر ۲۰۰۲ تا ۱۲ نومبر ۲۰۰۲ء)

8. سفر کی حد کیا ہے؟

اس بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:

”میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عرف میں جس کو سفر کہتے

ہیں خواہ وہ دو تین کوس ہو اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے۔ اِنَّهَا الْاَعْمَالُ
بِالنِّيَّاتِ بعض دفعہ ہم دو دو تین تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے
جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں لیکن جب انسان اپنی
گٹھڑی اٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو وہ مسافر ہوتا ہے۔ شریعت کی بنا وقت پر نہیں
ہے۔ اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی اس کی رخصتوں پر عمل کرنا چاہئے۔
فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے۔“

(الحکم جلد 5، 17 فروری 1901ء ص 13) ”(الفضل انٹرنیشنل 8(3) نومبر 2002 تا 12 نومبر 2002ء)

9. کیا روزہ رکھ کر سفر شروع کیا جاسکتا ہے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”سفر کے متعلق میرا عقیدہ اور خیال یہی ہے ممکن ہے بعض فقہاء کو اس سے اختلاف ہو کہ جو
سفر سحری کے بعد شروع ہو کر شام کو ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں۔ سفر میں روزہ
رکھنے سے شریعت روکتی ہے۔ مگر روزوں میں سفر کرنے سے نہیں روکتی۔ پس جو سفر روزہ
کے بعد شروع ہو کر افطاری سے پہلے ختم ہو جائے وہ روزہ کے لحاظ سے سفر نہیں، روزہ میں سفر
ہے، سفر میں روزہ نہیں۔“

(الفضل انٹرنیشنل 8(3) نومبر 2002 تا 12 نومبر 2002ء)

سفر میں روزے کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

- (1)۔ اگر سفر جاری ہو یعنی پیدل اور سواری پر اور چلتا جا رہا ہو تو روزہ نہ رکھا جائے۔ کیونکہ اس صورت میں
روزہ چھوڑنا ضروری ہے۔
- (2)۔ اگر سفر کے دوران کسی جگہ رات کو ٹھہرنا ہے اور سہولت میسر ہے تو روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ یعنی روزہ رکھنے
اور نہ رکھنے دونوں کی اجازت ہے جبکہ دن بھر وہاں قیام ہے۔
- (3)۔ سحری کھانے کے بعد گھر سے سفر شروع ہو اور افطاری سے پہلے پہلے سفر ختم ہو جائے یعنی گھر واپس آجانے
کا ظن غالب ہو تو روزہ رکھنے اور نہ رکھنے دونوں کی اجازت ہے۔
- (4)۔ اگر دوران سفر کسی جگہ پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنا ہے تو وہاں سحری کا انتظام کیا جائے اور روزہ

رکھا جائے۔“

(الفضل انٹرنیشنل (۳) نومبر ۲۰۰۲ تا ۱۴ نومبر ۲۰۰۲ء)

10. کیا دائمی مریض اور مسافر روزہ رکھ سکتے ہیں؟

دائمی مریض اور مسافر کے بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا:

”جن بیماروں اور مسافروں کو امید نہیں کہ کبھی پھر روزہ رکھنے کا موقع مل سکے۔ مثلاً ایک بوڑھا ضعیف انسان یا ایک کمزور حاملہ عورت جو دیکھتی ہے کہ بعد وضع حمل بسبب بچے کو دودھ پلانے کے وہ پھر معذور ہو جائے گی اور سال پھر اسی طرح گزر جائے گا ایسے اشخاص کے واسطے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں کیونکہ وہ روزہ رکھ ہی نہیں سکتے۔ اور فدیہ دیں۔ فدیہ صرف شیخ فانی یا اس جیسوں کے واسطے ہو سکتا ہے جو روزہ کی طاقت کبھی بھی نہیں رکھتے، باقی اور کسی کے واسطے جائز نہیں کہ صرف فدیہ دے کر روزے کے رکھنے سے معذور سمجھا جاسکے۔ عوام کے واسطے جو صحت پا کر روزہ رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں صرف فدیہ کا خیال کرنا اباحت کا دروازہ کھولنا ہے۔ جس دین میں مجاہدات نہ ہوں وہ دین ہمارے نزدیک کچھ نہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے بوجھوں کو سر پر سے ٹالنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ، میری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ان کو ہی ہدایت دی جائے گی۔“

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ 183)» (الفضل انٹرنیشنل (۳) نومبر ۲۰۰۲ تا ۱۴ نومبر ۲۰۰۲ء)

11. کیا طالب علم روزہ رکھ سکتا ہے؟

”طالب علم جو امتحان کی تیاری میں مصروف ہے اس کے لئے روزہ رکھنے کے بارے میں یہ ہدایت ہے کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے روزمرہ کی مصروفیات کو ترک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لئے روزمرہ کے کام کی وجہ سے اگر ایک انسان کے لئے روزہ ناقابل برداشت ہے تو وہ مریض کے حکم میں ہے لیکن اس بارہ میں کلیتہً وہ اپنے اقدام کا خود ذمہ دار ہو گا اور اس سے اس کی نیت اور حالت کے مطابق اللہ تعالیٰ سلوک کرے گا گویا اپنے حالات کے بارہ میں فیصلہ دینے میں انسان آپ مفتی ہے۔ (الفضل 22 مئی 1922ء)“

(الفضل انٹرنیشنل (۳) نومبر ۲۰۰۲ تا ۱۴ نومبر ۲۰۰۲ء)

12. کیا مزدور روزہ رکھ سکتا ہے؟

روزہ رکھنے سے کسی کو تکلیف نہیں ہوتی قرآن کریم نے اس عذر کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی احادیث میں اس کی تصریح آئی ہے حالانکہ مزدور اس وقت بھی تھے۔ ہاں اگر کمزوری ہے اور روزہ ناقابل برداشت ہے تو یہ بیماری کے حکم میں ہے اور بیمار پر روزہ فرض نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں جب یہ سوال پیش کیا گیا کہ بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشتکاروں سے جب کہ کام کی کثرت ہوتی ہے مثلاً تخمیریزی کرنا یا فصل کاٹنا ہے۔ اسی طرح مزدور جن کا گزارہ مزدوری پر ہے ان سب سے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا:

”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالدِّيَارَاتِ يَه لُوكَ اِبْنِي اِحَالَتُوں كُو مَخْفِي رَكْهْتِي هِيں۔ هِر شَخْص تَقْوِي وَطَهَارَت سِي اِبْنِي اِحَالَت سُوچ لِي۔ اُكْر كُو نِي اِبْنِي جِگِه مَزْدُوْر رَكْه سَكْتَا هِي تُو اِيْسَا كِرِي وَر نِه مَرِيض كِي حَكْم مِيں هِي پْهَر جَب مِيْسِر هُو رَكْه لِي۔“ (فقہ اُت اِيْدِيْشَن 2019 ص ۲۱۲)

13. کیا حائضہ، مرضعہ اور حاملہ روزہ رکھ سکتی ہیں؟

حائضہ عورت روزہ نہیں رکھ سکتی۔ حائضہ کے بارہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ:

”آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہم حیض کے باعث روزے چھوڑتی تھیں تو ہمیں بعد میں وہ روزے پورے کرنے کا ارشاد ہوتا تھا۔“

(سنن ابن ماجہ کتاب الصیام)

نفاس والی عورت کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ روزہ نہیں رکھ سکتی۔ لیکن جب بعد میں یہ عذر دور ہو جائیں یعنی حائضہ حیض سے پاک ہو جائے اور نفاس کے دن ختم ہو جائیں تو چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء واجب ہوگی۔ اور یہ روزے انہیں رکھنے ہونگے۔ مرضعہ اور حاملہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف کر دی ہے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت

کو روزہ سے رخصت دی ہے۔“ (ترمذی ابواب الصوم)

یعنی یہ دونوں اپنے عذر کے ختم ہونے بعد چھوڑے ہوئے روزے پورے کر لیں۔ اگر طاقت ہو تو فدیہ بھی دینا چاہئے جو اس بات کا کفارہ ہوگا کہ رمضان کے برکتوں والے مہینہ میں وہ روزہ کی عبادت بجالانے سے محروم

رہی ہیں۔ اگر فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہیں تو روزے کافی ہیں۔ اگر کسی عورت کو ایسی حالت پیش آتی رہتی ہے کہ ایک وقت میں مرضہ ہے اور دوسرے وقت میں حاملہ تو اس سے روزہ معاف ہے اور فدیہ کافی ہے۔ اسی طرح شیخ فانی اور دائم المریض کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ جس کے لئے آئندہ روزہ رکھنے کا امکان صحت کے لحاظ سے کوئی نہیں تو صرف فدیہ ہی ادا کر دے۔

(الفضل انٹرنیشنل (۳) نومبر ۲۰۰۲ تا ۱۴ نومبر ۲۰۰۲ء)

14. جان بوجھ کر روزہ چھوڑنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟

جان بوجھ کر روزہ چھوڑنے والے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”جس شخص نے رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر کسی عذر اور بیماری کے چھوڑا، وہ ساری زندگی روزے رکھ کر بھی اس کمی کو پورا نہیں کر سکتا۔“

(سنن الترمذی کتاب الصوم باب ماجاء فی الإفطار متعمداً)

روزہ کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے بیمار، معذور اور مسافر کو رخصت دی ہے اس کے بعد بھی وہ شخص جو بغیر کسی ایسے عذر کے جس میں شریعت نے روزہ توڑنے کی اجازت دی ہو جان بوجھ کر روزہ توڑے تو سخت گناہگار ہے اور سزا کا مستحق ہے۔ ایسے شخص پر اس روزہ کی قضاء کے علاوہ بغرض تو بہ کفارہ واجب ہوگا۔ یعنی اسے متواتر ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے یا ساٹھ مسکینوں کو اپنی حیثیت کے مطابق کھانا کھلانا پڑے گا۔

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ ۷۸ ۱۲ ایڈیشن ۲۰۰۳ء مطبوعہ قادیان)

15. روزہ کب ٹوٹتا ہے؟

روزہ جسم میں کوئی چیز داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے۔ یعنی انسان کوئی چیز جان بوجھ کر کھانی لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ عمداً یعنی جان بوجھ کر کھانے پینے اور جماع یعنی جنسی تعلق قائم کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ٹیکہ لگوانے یا بہت زیادہ خون بہہ جانے یا جان بوجھ کر قے کرنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(سنن الترمذی کتاب الصوم باب ماجاء من استنقاء عمداً)

حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی روزہ دار کو بے اختیار قے آجائے تو اس پر روزہ کی قضاء نہیں لیکن جو روزہ دار جان بوجھ کر قے کرتا ہے تو وہ روزہ قضاء کرے۔ (بخاری کتاب الصوم باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسياً)

16. روزہ کی حالت میں انجیکشن لگوانا:

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بیان فرماتے ہیں:

”روزہ کی حالت میں ہر قسم کا انجیکشن خواہ وہ Intramuscular ہو یا Intravenous ہو لگوانا منع ہے۔ اور اگر کسی احمدی کو کورونا ویکسین کی Appointment رمضان میں ملتی ہے تو اسلام نے جو رخصت دی ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ انجیکشن والے دن روزہ نہ رکھے اور رمضان کے بعد اس روزہ کو پورا کر لے۔“

(مکتوب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنام ایڈیٹر الفضل انٹرنیشنل محررہ 13 اپریل 2021ء)

17. کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

انسان کوئی چیز جان بوجھ کر کھاپی لے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص بھول کر کھاپی لے تو اس کا روزہ علیٰ حالہ باقی رہے گا۔ اور کسی قسم کا نقص اس کے روزہ میں واقع نہیں ہوگا۔ اس بارہ میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

”اگر کوئی شخص بھول کر روزہ میں کھاپی لے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ وہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اس کو اللہ تعالیٰ کھلا پلا رہا ہے۔“

(بخاری کتاب الصوم باب الصائم اذا اكل أو شرب ناسياً)

اسی طرح اگر کھلی کرتے وقت بلا اختیار پانی کے چند قطرے حلق سے نیچے اتر جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح کان میں دو اڈالنے، بے اختیار قے آنے، آنکھ میں دو اڈالنے، نکسیر پھوٹنے، دانت سے خون جاری ہونے، مسواک یا برش کرنے، خوشبو سوگنھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ ۷۹ ۱۲ ایڈیشن ۲۰۰۳ء مطبوعہ قادیان)

اسی طرح دن کے وقت سوتے میں احتلام ہو جانے کی وجہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ ۷۹ ۱۲ ایڈیشن ۲۰۰۳ء مطبوعہ قادیان)

18. ماہ رمضان میں تلاوت قرآن کریم کی کیا اہمیت ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ أَنْ هُدَىٰ لِلنَّاسِ وَبَيَّنَّتْ مِنَ الْهُدَىٰ وَالنُّورِ قَانَ
 رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور
 ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے
 والے امور ہیں۔ (البقرہ: ۱۸۶)

اس آیت کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”رمضان کا مہینہ اُن مقدس ایام کی یاد دلاتا ہے جس میں قرآن کریم جیسی کامل کتاب کا
 دنیا میں نزول ہوا۔ وہ مبارک دن۔ وہ دنیا کی سعادت کی ابتداء کے دن۔ وہ اللہ تعالیٰ کی
 رحمت اور اس کی برکت کے دروازے کھولنے والے دن جب دنیا کی گھناؤنی شکل اُس کے
 بد صورت چہرے اور اس کے اذیت پہنچانے والے اعمال سے تنگ آ کر محمد رسول اللہ ﷺ
 غارِ حرا میں جا کر اور دنیا سے منہ موڑ کر اور اپنے عزیز واقارب کو چھوڑ کر صرف اپنے خدا
 کی یاد میں مصروف رہا کرتے تھے [...]۔ جب آپ کی یہ حالت تھی کہ جونہی سر ہانے پر سر
 رکھا وہی اِقْرَأْ کی آواز آنی شروع ہو جاتی تو آپ کس طرح اس پیغام کو بھول جاتے۔ پس
 محمد ﷺ کو رمضان میں ہی یہ آواز آئی اور رمضان میں ہی آپ نے غارِ حرا سے باہر نکل کر
 لوگوں کو یہ تعلیم سنائی شروع کی۔ [...] پس رمضان کلامِ الہی کو یاد کرانے کا مہینہ ہے۔ اس لئے
 رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے۔ اور
 اسی وجہ سے ہم بھی اس مہینہ میں درس قرآن کا انتظام کرتے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ اس
 مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کریں اور قرآن کریم کے معانی پر غور کریں۔“

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۹۱ تا ۳۹۳)

19. TV پر بھی اگر تلاوت قرآن لگی ہو تب بھی اس وقت گفتگو کرنا منع ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پھر تلاوت کے بارہ میں کہ کس طرح سنی چاہیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَبِعُوا لَهُ، وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ (الاعراف: 205)

قرآن کریم کا یہ احترام ہے جو ہر احمدی کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے اور اپنی اولاد میں بھی اس کی اہمیت واضح کرنی چاہیے۔ بعض لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں۔ تلاوت کے وقت اپنی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ بعض گھروں میں ٹی وی لگا ہوتا ہے اور تلاوت آرہی ہوتی ہے اور گھر والے باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ یا تو خاموشی سے تلاوت سنیں یا اگر باتیں اتنی ضروری ہیں کہ کرنی چاہئیں، اس کے کیے بغیر گزارا نہیں ہے تو پھر آواز بند کر دیں۔“

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 420)

سحری کے آداب

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تَسْحَرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَهً“

اے مسلمانو! سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے۔“

(سنن نسائی باب ذُرِّ الْأَخْتِیَافِ عَلَی عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ أُمِّ سُلَیْمَانَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں ایک فرق سحری کھانا بھی ہے۔ مسلمان سحری کھا کر

روزہ رکھتے ہیں اور اہل کتاب سحری نہیں کھاتے۔“

(سنن الدارمی، کتاب الصوم باب فضل السحور)

سحری کا وقت آدھی رات کے بعد سے فجر کے طلوع ہونے تک ہے لیکن آدھی رات کو اٹھ کر سحری کھا لینا مسنون نہیں۔ اصل برکت اتباع سنت میں ہے اور سنت یہ ہے کہ طلوع فجر سے تھوڑا پہلے انسان کھاپی لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی طریق تھا۔ صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ: سحری کھانے کے بعد ہم نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔

(ترمذی کتاب الصوم باب تاخیر السحور)

یعنی سحری کے اختتام اور نماز فجر کے درمیان بہت وقفہ ہوتا ہے۔

حضرت انسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم فجر کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ سحری اور نماز فجر کے درمیان میں کتنا وقفہ ہو اگر تا تھا تو زید بن ثابتؓ نے جواب دیا قریباً 50 آیات پڑھنے کے برابر وقفہ ہوتا تھا۔

(بخاری کتاب الصوم باب قَدْرُ كَمِّ مِثْنِ السُّحُورِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ)

یعنی اندازاً 10 سے 15 منٹ۔ پچاس آیات کی تلاوت پر قریباً اتنا وقت خرچ ہوتا ہے۔ سحری کی تاکید کرتے

ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حکمت بھی بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

”سحری کے کھانے کے ذریعے دن کے روزہ (کی مشقت) اور رات کی عبادت (میں جاگنے) کے مقابل پر قیلولہ کے ساتھ مدد چاہو۔“ (سنن ابن ماجہ کتاب الصیام باب ماجاء فی السحور)

ایک اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”صبح کا یہ مبارک کھانا رات کے آخری حصہ میں کھایا کرو۔“ (الجامع الصغیر الجزء الاول حدیث ۳۲۹۲)

اسی طرح فرمایا کہ:

”سحری کیا کرو خواہ ایک گھونٹ پانی ہی کیوں نہ ہو۔“ (الجامع الصغیر الجزء الاول حدیث ۳۲۹۳)

1. کیا سحری کھانا فرض ہے؟

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”سحری کھا کر روزہ رکھنا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ روزے کے دنوں میں سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھا کر روزہ رکھنے میں برکت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الصوم باب برکت السحور... الخ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ خود بھی اور جو اپنے جماعت کے احباب تھے ان کو بھی کہا کرتے تھے کہ سحری ضروری ہے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مورخہ ۱۳ جون ۲۰۱۶ء)

2. سحری کے وقت کب تک کھانا کھایا جاسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ
اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ فجر (کے ظہور) کی وجہ سے (صبح کی) سفید دھاری (رات کی)

سیاہ دھاری سے تمہارے لئے ممتاز ہو جائے۔ (البقرہ: ۱۸۸)

سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

” (حضرت مسیح موعودؑ) ہمیشہ سحری نماز تہجد کے بعد کھاتے تھے اور اس میں اتنی تاخیر فرماتے تھے کہ بعض دفعہ کھاتے کھاتے اذان ہو جاتی تھی اور آپ بعض اوقات اذان کے ختم ہونے تک کھانا کھاتے رہتے تھے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب فرماتے تھے کہ خاکسار عرض کرتا ہے دراصل مسئلہ تو یہ ہے کہ جب تک صبح صادق افق مشرق سے نمودار نہ ہو جائے سحری کھانا جائز ہے۔ اذان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ صبح کی اذان کا وقت بھی صبح صادق کے ظاہر ہونے پر مقرر ہے۔ اس لئے لوگ عموماً بعض جگہوں پر سحری کی حد اذان ہونے کو سمجھ لیتے ہیں۔ قادیان میں چونکہ صبح کی اذان صبح صادق کے پھوٹنے ہی ہو جاتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ بعض اوقات غلطی اور بے احتیاطی سے اس سے بھی قبل ہو جاتی ہو۔ اس لئے ایسے موقعوں پر حضرت مسیح موعودؑ اذان کا چنداں خیال نہ فرماتے تھے اور صبح صادق کے تیسرے تک سحری کھاتے رہتے تھے اور دراصل شریعت کا منشاء بھی اس معاملے میں یہ نہیں ہے کہ جب علمی اور حسابی طور پر صبح صادق کا آغاز ہو اس کے ساتھ ہی کھانا ترک کر دیا جاوے بلکہ منشاء یہ ہے کہ جب عام لوگوں کی نظر میں صبح صادق کی سفیدی ظاہر ہو جائے اس وقت کھانا چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ تیسرے کا لفظ اسی بات کو ظاہر کر رہا ہے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۱۳ جون ۲۰۱۶ء، الفضل انٹرنیشنل 24 جون 2016 30 جون 2016 ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سحری کے وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے انس میں نے روزہ رکھنا ہے مجھے کوئی کھانے کی چیز لا دو۔“ حضرت انس کہتے ہیں میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی لے آیا اور اس وقت حضرت بلالؓ کی پہلی اذان ہو چکی تھی۔ حضور نے فرمایا ”انس دیکھو (مسجد میں) کوئی اور آدمی ہیں جو میرے ساتھ سحری میں شامل ہوں۔“ حضرت انسؓ نے زید بن ثابتؓ کو بلایا تو انہوں نے کہا میں تو ستوپتی کر روزہ رکھ چکا ہوں۔ حضور نے فرمایا: ”ہم نے بھی روزہ ہی رکھا ہے۔“ چنانچہ زید بن ثابتؓ نے حضور کے ساتھ سحری کھائی۔ (سنن نسائی کتاب الصیام)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سحری میں کسی قسم کے تکلفات نہیں فرماتے تھے۔ جو میسر ہوتا تھا اس سے روزہ رکھ لیتے تھے بلکہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجور مومن کے لیے کتنی اچھی سحری ہے۔ ہاں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی سہولت کے لیے یہ انتظام فرمایا تھا کہ صبح کی دو اذانیں ہوتی تھیں۔ پہلی اذان حضرت بلالؓ فجر کے طلوع ہونے سے پہلے دیتے تھے جس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اب سحری کا آخری وقت ہے جو شخص نماز تہجد ادا کر رہا ہے یا سویا ہوا ہے وہ بھی اٹھ کر سحری کھائے اور دوسری اذان حضرت ابن ام مکتومؓ اس وقت دیا کرتے تھے جب فجر طلوع ہو جاتی تھی اور اس کا مقصد سحری کے وقت کے ختم ہو جانے کا اعلان ہوتا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بلال اذان دے تو کھاتے رہا کرو اور جب ابن ام مکتوم اذان دے تو سحری ختم کر لیا کرو۔

(بخاری کتاب الصوم باب قول النبی لا یستعم من سور کم اذان بلال)

لیکن اس میں گنجائش بھی رکھ دی کہ جب تک پوری طرح فجر نہ ہو جائے تو کھانی سکتے ہیں خواہ اذان ہو رہی

ہو۔

(سنن نسائی کتاب الصیام باب کیف الفجر)

افطاری کے آداب

روزہ کی افطاری کا وقت نہایت بابرکت گھڑی ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی اُسے افطاری کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزہ کی وجہ سے خدا سے اس کا لقاء ہوگا۔ (ابن ماجہ کتاب الصیام باب ماجاء فی فضل الصیام)

پس افطاری کے وقت کے نہایت بابرکت لمحات کو ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ قبولیت دعا کے اس وقت میں دعائیں کرنی چاہئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي لَكَ صُومْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَقْطَرْتُ۔
اے اللہ میں نے تیرے لئے ہی روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان لایا (لائی) اور میں نے تجھ پر ہی توکل کیا اور تیرے ہی رزق سے افطار کرتا (کرتی) ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب القول عند الافطار)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”جب دن چلا جائے اور رات آجائے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کر لو۔“

(بخاری کتاب الصوم باب متى یحل فطر الصائم)

حضرت سہیل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”لوگ روزہ افطار کرنے میں جب تک جلدی کرتے رہیں گے اس وقت تک خیر و برکت

بھلائی اور بہتری حاصل کرتے رہیں گے۔“ (بخاری کتاب الصوم باب تعجیل الافطار)

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا

”دین اسلام اس وقت تک مضبوط رہے گا جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے

کیونکہ یہودی اور عیسائی روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرتے تھے۔“ (ابوداؤد کتاب الصوم باب

یستحب من تعجیل الفطر)

حضرت ابی اوفیؓ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سفر کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ میں اس سفر میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ غروب آفتاب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو افطاری لانے کا ارشاد فرمایا۔ اُس شخص نے عرض کی کہ حضور ذرا تارکی ہو لینے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افطاری لاؤ۔ اس شخص نے پھر عرض کیا کہ حضور ابھی تو روشنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افطاری لاؤ۔ وہ شخص افطاری لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ افطار کرنے کے بعد اپنی انگلی سے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم غروب آفتاب کے بعد مشرق کی طرف سے اندھیرا اٹھتے ہوئے دیکھو تو افطار کر لیا کرو۔

(صحیح مسلم کتاب الصوم بیان وقت القضاء الصوم)

1. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افطاری کیسی ہو ا کرتی تھی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ افطار کرنے میں بھی کوئی تکلف نہیں فرماتے تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ جو آپ کے خاص خادم تھے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب سے قبل تازہ کھجور کے چند دانوں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ اگر تازہ کھجور میسر نہ ہو تو خشک کھجور کھا کر ہی روزہ کھول لیتے اور اگر خشک کھجور بھی نہ ملتی تو پانی کے چند چلو بھر کر افطاری کر لیتے۔ (ابوداؤد، کتاب الصوم باب ما یفطر علیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بھی ایسی سادہ افطاری کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جب تم میں سے کوئی افطاری کرے تو کھجور سے کرے کیونکہ یہ بہت خیر و برکت رکھتی ہے اور اگر کھجور نہ میسر ہو تو پانی سے روزہ کھولے جو طہارت مجسم ہے۔“

(ترمذی کتاب الزکوٰۃ باب فی الصدقۃ علی ذی القربانہ)

2. افطار کے وقت کون سی دعا پڑھنی چاہئے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افطار کے وقت یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ

اے اللہ! میں نے تیرے لیے ہی روزہ رکھا اور تیرے رزق پر ہی میں نے افطار کیا۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب القول عند الافطار)

اللَّهُمَّ إِنِّي لَكَ صُيْتُ وَبِكَ اِمْنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ -
 اے اللہ میں نے تیرے لئے ہی روزہ رکھا اور تجھ پر ایمان لایا (لائی) اور میں نے تجھ پر ہی
 توکل کیا اور تیرے ہی رزق سے افطار کرتا (کرتی) ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الصیام باب القول عند الافطار)

3. روزہ افطار کروانے کا کیا ثواب ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”جو روزہ افطار کرائے اس کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا لیکن اس سے
 روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“

(الفضل انٹرنیشنل (۳) ۱۵ نومبر ۲۰۰۲ تا ۲۱ نومبر ۲۰۰۲ء)

ایک دفعہ حضرت سعد بن معاذ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افطاری کے لیے تشریف لے گئے۔ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کھولا اور فرمایا:

”تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا اور فرشتوں نے دعائیں کیں۔“

(ابن ماجہ کتاب الصیام باب فی ثواب من فطر صائماً)

فدیہ

1. فدیہ سے کیا مراد ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ وَعَلَىٰ الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ
فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ

”جو بھی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اتنی مدت کے روزے دوسرے ایام میں پورے کرے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔“ (البقرہ: ۱۸۵)

عام ہدایت یہ ہے کہ انسان رہ جانے والے روزے بھی رکھے اور اگر استطاعت ہو تو فدیہ بھی دے۔ فدیہ کا ادا کرنا اس بات کا شکرانہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ عبادت کی توفیق بخشی ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”اس بارے میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزے کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ [انسان] دعا کرے کہ الہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔“

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۵۸ تا ۲۵۹، ۱۹۸۵ء مطبوعہ لندن)

حضرت مصلح موعودؑ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”فدیہ دے دینے سے روزہ اپنی ذات میں ساقط نہیں ہو جاتا بلکہ یہ محض اس بات کا فدیہ ہے کہ ان مبارک ایام میں وہ کسی جائز شرعی عذر کی بنا پر باقی مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ عبادت ادا نہیں کر سکا۔ آگے یہ عذر دو قسم کے ہوتے ہیں ایک عارضی اور ایک مستقل۔ فدیہ بشرط استطاعت ان دونوں حالتوں میں دینا چاہئے۔ غرضیکہ خواہ کوئی فدیہ بھی دے دے بہر حال سال دو سال یا تین سال کے بعد جب بھی اس کی صحت اجازت دے اسے پھر روزے رکھنے ہوں گے [...]۔ باقی جو بھی کھانا کھلانے کی طاقت رکھتا ہو اگر وہ مریض یا مسافر ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ رمضان میں ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دے اور دوسرے ایام میں روزے رکھے۔ یہی حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب تھا اور حضرت مسیح موعودؑ فدیہ بھی دیتے تھے اور بعد میں روزے بھی رکھتے تھے اور اسی کی دوسروں کو تاکید بھی فرمایا کرتے تھے۔“

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۸۹- ”خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ جون ۲۰۱۶ء“)

2. فدیہ کی کتنی مقدار ہونی چاہئے؟

فدیہ کی مقدار کے متعلق اصولی ہدایت یہ ہے کہ

مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ

جو تم بالعموم اوسطاً اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یعنی اپنے اوسط معیار کے موافق کھانا کھلانا

چاہیے۔ (المائدہ: ۹۰)

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اس کا اندازہ گندم کے لحاظ سے نصف صاع یعنی قریباً دو سیر بیان کیا ہے۔ یہ ایک فوت شدہ روزے کا فدیہ ہوگا جو دو وقت کے کھانے کے لئے کفایت کرے گا۔

3. فدیہ کس کو ادا کیا جائے؟

یہ ضروری نہیں کہ فدیہ کسی ایسے غریب کو ہی دیا جائے جو روزے رکھتا ہے اصل مقصد مستحق اور نادار کو کھانا کھلانا ہے خواہ وہ روزے رکھ سکتا ہو یا کسی عذر کی بنا پر نہ رکھ سکتا ہو۔ اسی طرح فدیہ اسی پر واجب ہے جو اس کو ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، ورنہ ایک غیر مستطیع ندامت، توبہ، استغفار، دعا اور ذکر الہی کا ورد کفایت کرے گا۔ فدیہ کی رقم جماعتی انتظام کے تحت جمع کرانی چاہیے۔

اعتکاف اور اس کے مسائل

1. اعتکاف سے کیا مراد ہے؟

اعتکاف کے لغوی معنی کسی جگہ میں بند ہو جانے یا ٹھہرے رہنے کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں عبادت کی نیت سے روزہ رکھ کر مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔
روزہ کی طرح اعتکاف کا بھی وجود دیگر مذاہب میں ملتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَعَهْدَنَا إِلَىٰ آبَائِهِمْ وَاسْتِعْمَالِ أَنْ طَهَّرْنَا بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ
ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لئے خوب پاک و صاف بنائے رکھو۔ (البقرہ: ۱۲۶)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت سے قبل کے ایام میں دنیوی اشغال سے فارغ ہو کر غار حرا میں یاد خداوندی میں مشغول رہنا بھی ایک رنگ میں اعتکاف ہی تھا۔ اعتکاف انسان جب چاہے اور جس دن چاہے بیٹھ سکتا ہے لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنا مسنون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف کے بارے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی وفات تک یہ معمول رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات بھی اس سنت کی پیروی کرتی رہیں۔“

(صحیح مسلم، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف العشر الاواخر)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر تلاش کرنے والے لوگوں کو آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

”مجھے بتایا گیا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے۔ تم میں سے جو شخص اعتکاف بیٹھنا چاہے وہ اس عشرہ میں بیٹھے۔ چنانچہ صحابہ آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے۔“

(الفضل انٹرنیشنل ۴، ۱۵ نومبر ۲۰۰۲ء تا ۱۵ نومبر ۲۰۰۲ء)

2. اعتکاف کتنے دن بیٹھنا چاہیے؟

اعتکاف کے لئے کوئی معیاد مقرر نہیں۔ یہ بیٹھنے والے پر منحصر ہے، جتنے دن بیٹھنا چاہے بیٹھے۔ تاہم مسنون اعتکاف جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے ثابت ہے یہ ہے کہ کم از کم دس دن کا ہو۔ حدیث میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ماہ رمضان میں دس دن اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔ البتہ جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰ بیس دن کا اعتکاف بیٹھے۔

(بخاری باب الاعتکاف فی العشر ص ۲۷۴)

3. اعتکاف کب شروع ہوگا؟

اعتکاف ۲۰ رمضان سے نماز فجر سے شروع کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں واضح طور پر موجود ہے کہ آپ دس دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور دس دن اسی صورت میں مکمل ہوتے ہیں جبکہ 20 رمضان کی صبح کو اعتکاف میں بیٹھا جائے اور عید کا چاند نظر آنے پر معتکف کا اعتکاف مکمل ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد اپنے معتکف میں قیام پذیر ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر کے بعد اپنے معتکف میں جو اس غرض کے لیے تیار کیا جاتا چلے جایا کرتے تھے۔“

(مسلم باب تی بیدل من اراد الاعتکاف)

حضرت مصباح موعودؒ فرماتے ہیں کہ:

”اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں۔ کبھی دس دن ہو جاتے ہیں اور کبھی گیارہ۔“

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ ۱۳۳ ایڈیشن ۲۰۰۲ء مطبوعہ قادیان)

4. اعتکاف کس جگہ پر کیا جاسکتا ہے؟

اعتکاف کے لئے موزوں اور مناسب جگہ جامع مسجد ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ذکر ہے:

وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ

کیونکہ مساجد ہی اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی عبادت کے لئے مخصوص ہیں اور احادیث میں مسجد میں ہی اعتکاف

بیٹھنے کی تاکید ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

”اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہو سکتا ہے۔“

(ابوداؤد کتاب الاعتکاف باب المعتکف یعود الریض)

چنانچہ سارے آئمہ اس رائے پر متفق ہیں کہ اعتکاف ایسی مسجد میں ہو سکتا ہے جس میں باجماعت نماز ہوتی ہو۔
گو مجبوری کی بناء پر مسجد کے باہر بھی اعتکاف ہو سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”مسجد سے باہر اعتکاف ہو سکتا ہے مگر مسجد والا ثواب نہیں مل سکتا۔ جب باقاعدہ عام مسجد میسر نہ آئے مثلاً کہیں اکیلا احمدی رہتا ہے یا مقامی جماعت کے افراد کسی دوست کے گھر میں نماز ادا کرتے ہیں تو ایسی صورت میں اپنے گھر میں ایسی جگہ جو نماز کے لئے عام طور پر مخصوص کر لی گئی ہو اعتکاف بیٹھ سکتے ہیں۔ مجبوری کی حالت کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور وہ بندے کی نیت کے مطابق اعمال کا ثواب دیتا ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل (۶) ۱۵ نومبر ۲۰۰۲ تا ۲۱ نومبر ۲۰۰۲ء)

5. کیا عورت بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟

عورت بھی مسجد میں اعتکاف بیٹھ سکتی ہے لیکن اگر کسی جگہ مسجد نہیں یا مسجد میں عورت کی رہائش کا معقول اور مناسب انتظام نہیں تو گھر میں نماز کے لئے ایک الگ جگہ مخصوص کر کے وہاں اعتکاف بیٹھنا اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اعتکاف کے دوران اگر عورت کے مخصوص ایام شروع ہو جائیں تو وہ اعتکاف ترک کر دے۔ اس حالت میں اس کا مسجد میں رہنا درست نہیں ہوگا۔

6. کیا اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے؟

عام حالات میں اعتکاف کے لئے روزہ ضروری شرط ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ روزہ کے بغیر اعتکاف درست نہیں۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لا اعتکاف الا بالصوم

کہ روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہے۔

(ابوداؤد کتاب الاعتکاف باب المعتکف یعود الریض)

آیت کریمہ ثُمَّ أَتُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ کا انداز بیان بھی اسی مسلک کی تائید کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ تصریح کہیں نہیں ملتی کہ آنحضرت ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہ کبھی روزہ کے بغیر اعتکاف بیٹھے ہوں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آنحضرت ﷺ میں سے امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام اوزاعی، کا یہی مسلک ہے کہ اعتکاف کے لئے روزہ ضروری ہے۔

7. کیا معتکف مسجد سے باہر نکل سکتا ہے؟

معتکف کے لئے حوائج ضروریہ کے علاوہ کسی اور وجہ سے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اعتکاف کی حالت میں سوائے انسانی حاجت کے گھر میں نہیں آتے تھے۔ (یہ امر یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کا گھر مسجد کے ساتھ ملحق تھا)۔ کلی القطاع اعتکاف کا اعلیٰ درجہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ سنت یعنی آنحضرت ﷺ کے طریق کی متابعت یہ ہے کہ معتکف مسجد سے باہر نہ نکلے۔ نہ بیمار کی عیادت کے لئے اور نہ ہی جنازہ میں شامل ہونے کے لئے۔ ہاں حوائج ضروریہ کے لئے باہر جاسکتا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الصیام، باب المعتکف یعود المریض)

فطرانہ

1. فطرانہ کب ادا کیا جائے؟

صدقۃ الفطر رمضان کے داخل ہونے سے ہی واجب ہو جاتا ہے تاہم اس کی ادائیگی عید کی نماز سے قبل یکم شوال تک ضروری ہے۔ بہتر یہی سمجھا جاتا ہے کہ غرباء کو عید کی تیاری کے لئے پہلے فطرانہ دے دیا جائے تاکہ وہ عید کی خوشیوں میں برابر کے شریک ہو سکیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ ”آپ عید سے ایک یا دو دن قبل فطرانہ ادا فرماتے

تھے۔“

(الفضل انٹرنیشنل (۶) نومبر ۲۰۰۲ تا ۲۱ نومبر ۲۰۰۲ء)

2. فطرانہ کی شرح کیا ہے؟

فطرانہ کے طور پر ہر فرد پر ایک صاع کھجور یا ان کے برابر قیمت ادا کرنی مقرر ہے۔ صاع عربوں میں ماپ کا ایک بیانا ہے جس میں دو (2) رطل ہوتے ہیں۔ اس طرح ایک صاع میں کل آٹھ پاؤنڈ ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے صدقۃ الفطر ایک صاع کھجور یا جو ہر آزاد غلام، ہر مرد اور ہر چھوٹے بڑے مسلمان پر فرض فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ لوگوں کے عید کی نماز کے لئے جانے سے پہلے ادا کیا جائے۔

(الفضل انٹرنیشنل (۶) نومبر ۲۰۰۲ تا ۲۱ نومبر ۲۰۰۲ء)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جو، کھجور، منسقہ وغیرہ کا ایک صاع صدقۃ الفطر میں ہر کسی کی طرف سے دیا جاتا تھا۔

(الفضل انٹرنیشنل (۶) نومبر ۲۰۰۲ تا ۲۱ نومبر ۲۰۰۲ء)

ہماری جماعت میں حالات کے مطابق گندم کی جو قیمت ہو اس لحاظ سے ایک صاع یعنی قریباً دو سیر گندم کی قیمت کا اندازہ کر کے رقم معین کر دی جاتی ہے۔ اور اس کی ادائیگی کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ جیسے یہاں جرمنی میں فطرانہ کی شرح فی کس تین یورو مقرر کی گئی ہے۔

صلوۃ التراويح

1. صلوۃ التراويح کسے کہتے ہیں؟

نماز تراویح دراصل تہجد کی نماز ہے صرف رمضان المبارک میں اس کے فائدہ کو عام کرنے کے لئے رات کے پہلے حصہ میں یعنی عشاء کی نماز کے معاً بعد عام لوگوں کو پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس نماز کا زیادہ تر رواج حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پڑا۔ البتہ رمضان میں بھی رات کے آخری حصہ میں یہ نوافل تہجد کے وقت ادا کرنا افضل ہے۔

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ ۲۰۸ ایڈیشن ۲۰۰۳ء مطبوعہ قادیان)

نماز عید

1. نماز عید ادا کرنے کا کیا طریق ہے؟

ماہ رمضان گزرنے پر یکم شوال کو افطار کرنے اور روزوں کی برکات حاصل کرنے کی توفیق پانے کی خوشی میں عید الفطر منائی جاتی ہے۔ عید کے دن نہا کر عمدہ لباس پہنا جائے، خوشبو لگائی جائے۔ اچھا کھانا تیار کیا جائے۔ عید الفطر ہو تو عید کی نماز کے لئے جانے سے پیشتر مساکین اور غرباء کے لئے فطرانہ ادا کیا جائے خود بھی کچھ کھاپی کر عید کی نماز کے لئے جائے۔ عید کے دن عید کی دو رکعت نماز کسی کھلے میدان یا عید گاہ میں زوال سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ حسب ضرورت عید کی نماز مسجد میں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

عید کی نماز باجماعت ہی پڑھی جاسکتی ہے اکیلے جائز نہیں۔ نماز کی پہلی رکعت میں ہاتھ اٹھا کر سات تکبیرات بلند آواز سے کہی جاتی ہیں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات۔ نماز عید کے بعد امام خطبہ عید پڑھتا ہے۔

(فقہ احمدیہ حصہ عبادات صفحہ ۲۰۸ ایڈیشن ۲۰۰۳ء مطبوعہ قادیان)